ڈاکٹر حافظ محمد مقصود

اسلامی دُنیا کا خدا سے باغی نظامِ تعلیم

ذہنی اور فکری مرعوبیت

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے جس سے فرار ممکن نہیں اور جس پر یورپی مصنّفین کی تحریریں، رسالے اور کتابیں گواہ ہیں کہ مغربی اسکالرز، فلاسفہ اور سائنسدانوں کو اللہ تعالیٰ کے تصور سے ایک پیدائشی چڑ اور ایک موروثی بغض و عناد ہے — (مثال کے طور پر ڈاروِن، ہکسلے، ڈرلیش اور پیرس یونیورسٹی کے باٹنی کے پروفیسر ڈی لیج کی تحریریں اسی بغض و عناد کی منہ بولتی تصویریں ہیں) اس عناد اور دشمنی کی وجہ سے وہاں کے سائنس والوں نے سائنس کی جتنی بھی درسی کتابیں لکھیں ہر ایک کتاب کو کسی خدا یا خالقِ کائنات کے تصوّر سے یکسر خالی رکھا — اور پھر یہی خدا ناشناس کتابیں بڑی تیزی کے ساتھ اسلامی دنیا کی تعلیم گاہوں، سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اندر کثیر تعداد میں پھیلائی گئیں۔ ان کتابوں کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے اندر کائنات میں مادے (MATTER) کی ہیئت و ترکیب پر بحث کرتے کرتے جب کائنات کے اندر ایک دائمی نظم، ترتیب اور آرڈر (ORDER) کی گفتگو سامنے آجاتی ہے تو لکھنے والے سائنسدان کے ذہن میں خود بخود یہ سوال ضمیر کی خلش بن کر نمودار ہوجاتا ہے کہ کائنات میں پیدا کردہ اس نظم، ترتیب اور آرڈر کے پیچھے کونسا ذہن کارفرما ہے؟ اور یہ کس کی بوقلمونی اور رونمائی ہے جو کائنات کے ذرّے ذرّے میں ظاہر و آشکار ہے؟ اس سوال کا ایک علمی اور معقول جواب لفظِ "خدا" کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ مگر مغرب کے ہٹ دھرم سائنس دان کو اس لفظِ خدا کے ساتھ بلا کی دشمنی اور عناد ہے۔ کیونکہ خدا کا نام لکھ دینے سے تو درسی کتاب پڑھنے والے طالب علم کا ذہن خود بخود خدا کی طرف متوجہ ہوجائے گا۔ چنانچہ جتنا یہ سوال آگے

آتاہے مغرب کا سائنس دان اتنا ہی پیچھے بھاگتا ہے۔ اس خیال سے کہ اس سوال کا جواب اُس کی درسی کتاب میں آنے نہ پائے۔ یہی وجہ ہے کہ آج پوری دنیا (مشرق ہو یا مغرب) میں سائنس کی جتنی بھی کتابیں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں اُن میں سے کسی کتاب کے اندر اس سوال کا کوئی علمی اور عقلی جواب نہیں ہے اور اس ضروری سوال کا جواب نہ دینا اور طالب علم کی نظروں سے خدا کے تصوّر کو چھپا چھپا کر رکھنا نہ صرف طالب علم کے ساتھ بدترین خیانت ہے بلکہ خود علمِ سائنس کی پیشانی پر بھی ایک سیاہ اور بدنما دھبّہ ہے۔ **ماتم کیجئے** ایسے سائنس دانوں کی اندھی عقل پر جو آسمان کی پہنائیاں، زمین کی لمبائیاں اور خوردبینی ذرّات کے اطراف و اکناف کی چوڑائیاں ناپنے میں تو بڑے تیز ہوں مگر ایک علمی اور عقلی سوال کا ایک معقول جواب دینے میں انہیں اس لیے شرم آئے کہ سوائے خدا کے اُس سوال کا کوئی اور جواب اُن سے بن نہ سکا۔ سائنس کی درسی کتابوں میں اس قسم کی اَدھوری، اُلٹی سیدھی اور بے سر و پا باتوں اور خیالات کا ایک بے ربط اور خلط ملط ملغوبہ پیش کرنا ایک بازاری شخص کا کام تو ہو سکتا ہے مگر عقلیت اور معقولیت کے ایک دعویدار سائنسدان کو یہ کسی طرح زیب نہیں دیتا۔ ایسی صورت میں سائنس کی کتاب لکھنے اور اُس کے اندر نہایت ضروری سوالات کے جوابات سے محض اپنی ذاتی رنجش و عناد کی بنا پر آنکھیں بند کر لینے سے پہلے اُسے کسی ماہرِ امراضِ قلب و دماغ سے جا کر مل لینا چاہیئے جو اُس کے دل میں پڑی ہوئی خیانت اور اس کے دماغ میں سمائے ہوئے خنّاس کا علاج کر سکے۔ پھر اک طرفہ تماشا یہ ہُوا کہ جب فزکس، کیمسٹری، بیالوجی اور اسی طرح سائنس کی دوسری درسی کتابیں جیسی اُسی شکل میں یا ترجمہ ہو کر اسلامی دنیا کی تعلیم گاہوں میں رواج پا گئیں تو یہ بھی اسی فیصلہ کن سوال کے جواب سے یکسر خالی تھیں۔ حق و باطل اور صداقت و خیانت کی اس کشاکش میں چاہیئے تو یہ تھا کہ اسلامی دنیا کے ماہرینِ تعلیم کے اندر غیرتِ حق کی چنگاری جل اُٹھتے اور اُن کتابوں کے اندر جہاں جہاں بھی یہ ضروری سوال اُٹھے وہاں فوراً اور بلا جھجک خدا کا نام اور اُس کا تصوّر شامل کر دیا جائے۔ ایسا کرنے سے یہ عظیم الشان خیر برآمد ہوتا کہ سائنس ہمارا ایک کلمہ اور نماز والا پڑھنے اور سیکھنے ہوئے طالب علم کے ذہن کے معصوم خانوں پر

ایک عظیم المرتبت اور جلیل القدر خدا کا تصوّر برابر ثبت ہوتا رہتا اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ خدا اور کائنات کے اندر اس کی صنّاعی، کاری گری اور نظم و ضبط کے مابین علّت و معلول (CAUSE & EFFECT) کا ایک بالکل منطقی (LOGICAL) اور سائنٹفک ربط (SCIENTIFIC SEQUENCE) طالب علم کے ذہن پر نہایت گہری اور مضبوط جڑوں کے ساتھ مرتسم ہو جاتا اور یوں کائنات اور اس کے اندر لگے بندھے قوانین کا ایک دہری، ملحدانہ اور نیوٹونین تصور (NEW-TONIAN INTERPRETATION) طالب علم کے ذہن میں کبھی داخل نہ ہو سکتا۔

مگر آہ! کہ جب مغربی سائنس والوں نے ٹیڑھی انگلیاں، الٹی تدبیریں اور اوراوچھے ہتھیار استعمال کر کے خدا کے تصوّر پر مشتمل اس ہمالیہ جتنی بڑی اور اٹل حقیقت کو اپنے تعصّب اور خیانت کے خرقۂ سالوس میں چھپا کر بڑی عالمانہ خیانت اور شاطرانہ چالاکی کے ساتھ اسے سائنس کی درسی کتابوں سے غائب کر دیا تو مشرق کے مسکینوں اور اسلامی خوشامدیوں کو یہ کیسے گوارا ہو سکتا تھا کہ اپنے مغربی آقاؤں کی لکھی ہوئی کتابوں میں ایک لفظ کی بھی ردّ و بدل کر کے پرائے شگون پر خود اپنی ناک کٹوا بیٹھنے کے مجرم بن جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور کلمۂ فرنگی کا ایک فطرت دشمن تصوّر اور خدا ناشناس کلام ہر طالب علم کے حلق سے نیچے زبردستی اُتار دیا گیا جس کی بدولت کائنات اور اس کے اندر کار فرما قوانین، فارمولے اور کلّیات اُنہیں کسی خدا کے بغیر خود بخود بنتے اور چلتے نظر آئے۔ خدا کے اقرار و ایمان کی وہ ذرا سی پونجی جسے انہوں نے بچپن میں زبانی کلامی کسی سے سُن کر اپنے دماغ کے کسی چھوٹے سے خانے میں محفوظ کر رکھا تھا، پگھلتے پگھلتے مزید سکڑتی چلی گئی — اور یہ کیسے نہ سکڑتی؟ ایک بالکل بے خدا تصوّر کے بحر بیکراں کے سامنے ایک زبانی کلامی اور نسلی و موروثی اقرارِ خدا کی جوئے کم آب کی آخر کیا حیثیت رہ سکتی ہے؟ —

بے خدا تصور کا یہ سارا دفترِ بے پایاں پڑھنے سیکھنے اور ذہن کی لائبریری میں اتارنے کے بعد جب ایسے طلباء اور نوجوان مراسمِ عبودیت ادا کرنے کے لیے مسجدوں میں داخل ہوئے تو منبرِ رسولؐ پر مولوی صاحب کی زبانی خدا اور رسولؐ، جنّت و دوزخ اور قیامت و آخرت کا تذکرہ بھی سنا۔ اسی تذکرے سے ان کے شکوک و شبہات میں اور بھی اضافہ کیا کہ جس اسلامی ممالک کے ایک مکتب (سکول یا کالج) میں پورا دن وہ سائنس کی کتابوں کے اندر کائنات کے فارمولوں، عوامل اور قوانین کو بغیر کسی پیدا کرنے والے ذہن یا خدا کے وقوع پذیر ہوتے ہوئے دیکھ رہا تھا، اسی اسلامی ملک کی ایک دوسری تعلیم گاہ (مسجد) کے اندر کائنات کی تخلیق و پیدائش کو کسی پیدا کرنے والے مقتدرِ مطلق خدا کے نام کے ساتھ منسوب کیا جا رہا ہے۔ یہ ایک ایسا تضاد ہے جو بظاہر تو بہت ہی معمولی نظر آتا ہے مگر حقیقت میں یہی وہ خطرناک موڑ ہے جو ایک نکتہ شناس اور حقیقت بین طالب علم کے ذہن میں ایک ہلچل اور کہرام مچا دیتا ہے۔ وہ مزید دیکھتا اور غور کرتا ہے کہ سائنس کی کتابوں کے اندر بے خدائیت کا یہ تصوّر اگر واقعی غلط ہے، تو پھر کیوں انہیں پڑھنے پڑھانے کے لیے ہماری قوم کے نوجوانوں کو اتنے اہتمام کے ساتھ ان تعلیم گاہوں میں بھیجا جا رہا ہے؟ اس علمِ بے خدا کے حصول کے لیے ہماری آنکھیں کیوں فرشِ راہ ہیں؟ اس کے گن گاتے ہوئے ہم کیوں نہیں تھکتے؟ اس کی حقانیت پر ہماری پوری قوم کیوں متفق ہے؟ اس کی تعریف و ستائش میں ہم کیوں یک زبان اور اس کی مدح و منقبت میں ہم کیوں رطب اللّسان ہیں؟ جبکہ دوسری جانب مسجد و مکتب اور منبر و محراب کی وہ حسین و سعید زندگی ہے جس کے لیے پاگل پن، جنون، فارغ البالی اور ضیاعِ وقت کے الفاظ سے زیادہ بدترین الفاظ ہماری قوم کی اسلامی ڈکشنری آج تک ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود تلاش نہ کر سکی۔ جب ذہن کے اندر الحاد و بیزاری کے یہ نظریات ایک راستے سے داخل ہو جاتے ہیں تو اسلام و ایمان اور خدا و رسولؐ کی حقانیت دوسرے

راستے سے باہر نکلنا شروع ہو جاتی ہے۔

پھر یہی طالب علم جس کا ذہن اب معرکۂ حق و باطل اور رزمِ خیر و شر کا ایک میدانِ کارزار بنا ہوتا ہے اور جہاں خوب و زشت کی بالکل مختلف اور متضاد قوتیں ایک دوسرے کے خلاف رسّہ کشی میں مصروف ہوتی ہیں، قرآن کی کسی آیت یا سنّتِ رسولؐ کی کسی روایت سے اسلامی پردے کا ایک تصوّر اپنے ذہن میں بٹھا لیتا ہے۔ مگر گھر کے اندر جب وہ ٹیلی ویژن پر مرد و زن کے مخلوط ڈرامے یا نازیبا اشتہارات دیکھتا ہے اور مشاہدے کی نظر دوڑا کر اسلامی بزرگوں میں سے اپنی امّی، ابّو اور بڑے بہن بھائیوں کو دیکھتا ہے کہ وہ سب کے سب نہ صرف یہ کہ ریڈیو اور ٹی وی کے اس سراسر غیر اسلامی مخلوط مغربی طرزِ عمل پر بُرا نہیں مناتے بلکہ بڑے انتظام و اہتمام کے ساتھ آپس میں خوش گپیاں لڑاتے ہوئے اس سے لطف اندوز بھی ہو رہے ہیں اور رات گئے تک مغربیت کے ان مناظر کے لیے ان کی آنکھیں ٹی وی کے پردے کا طواف کر رہی ہوتی ہیں بس پر انہیں بڑا فخر و ناز بھی ہے اور بے دینی کی اس ہلڑ بازی اور دھینگا مشتی میں پڑا ہوا نام نہاد سبقِ عبرت ان کے لیے سرمایۂ گداز ہے تو ایک دوسری کاری اور آخری ضرب ایسے نوجوان کی اسلامی ذہنیت کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیتی ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ جب ہمارے گھر، سکول اور کالج عملاً اسلامیت سے بیزار اور مغربیت پر نثار ہیں تو پھر اسلامیت کی یہ خالی خولی اور زبانی کلامی لن ترانیاں کہہ کر اس بدترین منافقت، ذہنی و فکری خودکشی اور عملی ارتداد کے دلدل میں ہم کیوں ذلت و رسوائی کے اشتہار بنے بیٹھے ہیں۔ چنانچہ اس کا ذہن ان پے در پے تضادات سے بُری طرح منتشر ہو جاتا ہے۔ جوں جوں وہ تعلیمی لحاظ سے آگے بڑھتا ہے، انتشارِ ذہنی کا یہ عملِ انشقاق تیز سے تیز تر اور شدید سے شدید تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس دوران وہ شکوک و شبہات کے مراحل سے گذر کر بالآخر انکار کے قرب و جوار تک پہنچ جاتا ہے اور یہی وہ مقامِ عبرت و حسرت ہے جہاں یہ طالب علم الحاد و آباحیت کے شیطان کے ہاتھ پر عزیز کی بیعت کرتے ہوئے اسلامیت کی روح

(باقی صفحہ ۲۲ پر)